میر تقی میرؔ

(۱۷۲۳ء............۱۸۱۰ء)

میر محمد تقی نام اور میرؔ تخلص تھا۔ والد کا نام میر علی متقی تھا۔ آپ آگرے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سید امان اللہ سے حاصل کی، جو میرؔ کے والد کے مرید اور مُنھ بولے بھائی تھے۔ بچپن ہی میں والد اور امان اللہ کی وفات کے بعد میرؔ کو تلاشِ معاش کے لیے آگرہ چھوڑ کر دِلّی آنا پڑا۔ یہاں ایک نواب کے ہاں ملازم ہوئے۔ وہ نواب نادر شاہ کے حملے میں مارا گیا تو میرؔ آگرے لوٹ آئے لیکن اُنھیں دوبارہ دِلّی جانا پڑا۔ دِلّی میں خراب امن وامان کی وجہ سے اُنھوں نے مجبور ہو کر لکھنؤ کا رخ کیا۔ وہاں نواب آصف الدولہ کے دربار سے وابستہ ہو گئے اور باقی عمر اِسی شہر میں بسر کی۔

میرؔ کو خدائے سخن کہا گیا ہے۔ اُنھوں نے مختلف اصنافِ شعر میں طبع آزمائی کی ہے مگر اِن کی پہچان غزل گوئی ہے۔ وہ بلاشبہ غزل کے بادشاہ ہیں۔ خلوص، دردوغم، ترنّم اور سادگی کی بدولت اُن کی غزلیں دل پر اثر کرتی ہیں۔

ان کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف نہ صرف ان کے ہم عصر شعرا نے کیا ہے بلکہ متاَخرین نے بھی انھیں سراہا ہے۔ بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے اُن کو ''سرتاجِ شعرائے اُردو'' قرار دیا ہے۔

میرؔ کی تصانیف میں ایک خودنوشت ''ذکرِ میرؔ''، ایک تذکرہ ''نکات الشعرا''، ایک فارسی اور چھے اُردو دواوین شامل ہیں۔

غزل

مقاصدِ تدریس

۱۔ میرؔ اور ان کے عہدِ زریں میں، اُردو غزل کے ارتقا سے طلبہ کو آگاہ کرنا۔
۲۔ طلبہ کو میر تقی میرؔ اور ان کے اندازِ بیان سے متعارف کرانا۔
۳۔ سہلِ ممتنع کے معنی و مفہوم سے روشناس کرانا اور اردو غزل سے اس کی مختلف مثالیں دینا۔

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

نازکی اُس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

چشمِ دل کھول اُس بھی عالم پر
یاں کی اوقات خواب کی سی ہے

بار بار اُس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

میں جو بولا، کہا کہ یہ آواز
اُسی خانہ خراب کی سی ہے

آتشِ غم میں دل بُھنا شاید
دیر سے بُو کباب کی سی ہے

میرؔ اُن نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

(کلیاتِ میرؔ: دیوانِ اوّل)

مشق

۱۔ مختصر جواب دیں۔

(الف) اس غزل میں ردیف کون سے الفاظ ہیں؟

(ب) اس غزل میں استعمال ہونے والے کوئی سے چار قافیوں کی نشاندہی کریں۔

(ج) دوسرے شعر میں ہونٹوں کو کس سے تشبیہ دی گئی ہے؟

(د) میرؔ نے ''نیم باز آنکھوں کی مستی'' کو کیا قرار دیا ہے؟

(ہ) شاعر ''اضطراب'' کی حالت میں کیا کرتا ہے؟

۲۔ درجِ ذیل الفاظ کے معانی لکھیں اور جملوں میں استعمال کریں۔

ہستی، حباب، سراب، اوقات، اضطراب، خانہ خراب، نیم باز، مستی

۳۔ کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کو کالم (ب) کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)
ہستی	خانہ خراب
نمائش	شراب
پنکھڑی	گلاب
آنکھیں	نیم باز
حالت	کباب
دل	حباب
مستی	سراب
آواز	اضطراب

۴۔ درجِ ذیل مرکّبات، مرکب کی کون سی قسم ہیں؟

چشمِ دل، اُس کے لب، آتشِ غم، اُس کا در

۵۔ اس غزل کے مطلع اور مقطع کی نشاندہی کریں۔

۶۔ مذکر اور مؤنث الگ الگ کریں۔

ہستی، حباب، نمائش، سراب، لب، بُو، کباب، مستی، شراب

۷۔ اِعراب لگا کر تلفظ واضح کریں:

حباب، سراب، نمائش، چشمِ دل، عالم، اضطراب، آتشِ غم، نیم باز

۸۔ متن کے مطابق درست لفظ کی مدد سے مصرعے مکمل کریں۔

(الف) نازکی اس کے .... کی کیا کہیے

(ب) پنکھڑی اک .... کی سی ہے

(ج) ہستی اپنی .... کی سی ہے

(د) بار بار اس کے .... پہ جاتا ہوں

غزل:

لغت میں غزل کے معنی ”عورتوں سے باتیں کرنا“ (سخن بازنان گفتن) یا عورتوں کی باتیں کرنا (سخن از زنان گفتن) کے ہیں۔ اصطلاح میں غزل شاعری کی وہ قسم ہے جس میں حسن و عشق کے موضوعات اور تجربات پیش کیے جاتے ہیں۔ غزل کے لہجے میں موسیقی اور ترنّم کے عناصر ہوتے ہیں۔ غزل میں مخصوص علامتیں ہوتی ہیں جو غزل کو دوسری اصناف سے ممتاز کرتی ہیں۔ غزل میں حسن و عشق کے ساتھ ساتھ تصوف، اخلاق اور حیات و کائنات کے مضامین بھی ملتے ہیں۔

غزل کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔ باقی اشعار کے ہر دوسرے مصرعے میں قافیہ موجود ہوتا ہے۔ غزل کا آخری شعر مقطع کہلاتا ہے، بشرطیکہ شاعر نے اس میں اپنا تخلص برتا ہو۔

غزل کی ایک انفرادی خصوصیت یہ ہے کہ اُس کا ہر شعر موضوع کے اعتبار سے مکمل ہوتا ہے۔ اِس حوالے سے وہ دوسرے اشعار کا محتاج نہیں ہوتا۔

مطلع:

مطلع کے معنی نکلنے کی جگہ یا نکلنا کے ہیں۔ اصطلاح میں غزل یا قصیدے کے پہلے شعر کو مطلع کہا جاتا ہے، چونکہ غزل یا قصیدہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔ مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔ جن شعروں میں یہ التزام نہ ہو وہ اشعار مطلع نہیں کہلاتے۔ مطلع کی چند مثالیں دیکھیں:

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں! خوش رہو ہم دُعا کر چلے

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں اِرم دیکھتے ہیں

لگتا نہیں ہے جی مرا اُجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالمِ ناپائیدار میں

مقطع:

مقطع کے لغوی معنی ختم کرنے یا کاٹنے کے ہیں۔ اصطلاح میں مقطع غزل کے آخری شعر کو کہا جاتا ہے جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ جس شعر میں شاعر اپنا تخلص استعمال نہ کرے اسے غزل کا آخری شعر کہا جائے گا، مقطع نہیں۔ مقطع کی چند مثالیں دیکھیں:

کیوں سُنے عرضِ مضطرب مومنؔ
صنم آخر خدا نہیں ہوتا

اب تو جاتے ہیں بُت کدے سے میرؔ
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہؔ
اِک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

سرگرمیاں:

ا۔ میرؔ کی اس غزل کو زبانی یاد کریں اور اپنی کاپی میں لکھیں۔

۲۔ میر تقی میرؔ کی کوئی اور معروف اور آسان غزل، اپنی کاپی میں لکھیں۔

۳۔ جماعت کے کمرے میں اس غزل کی درست آہنگ کے ساتھ بلند خوانی کی جائے۔

اشاراتِ تدریس

۱۔ غزل کی ہیئت کے بارے میں بتایا جائے۔

۲۔ اُردو غزل کے ابتدائی اور ارتقائی دور کا مختصر ذکر کیا جائے۔

۳۔ اس غزل کے اشعار میں موجود تشبیہوں کی وضاحت کی جائے۔

۴۔ طلبہ کو بتایا جائے کہ تمام شاعروں نے میرؔ کی غزل گوئی کی عظمت کو تسلیم کیا ہے۔ اس سلسلے میں کم از کم غالبؔ کا یہ شعر لکھوایا جائے:

ریختے کے تمھی اُستاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا